https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

ہیں۔ کہ جہاں کہیں بھی فقیر تقریر کے لیے جاتا ہے۔ وہاں اپنے سُنی بھائی بار بار رقعہ جات بھیج کر دریافت کرتے ہیں۔ کہ ہمیں سب سے پہلے یہ سمجھایا جائے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مدد باغ فدک، کن وجوہات کی بنا پر چھینا تھا۔ اور بعض دفعہ، تو صرف اسی مسئلہ کی حقیقت سمجھاتے میں تقریر کا سارا وقت صرف ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس مسئلہ میں بھی تحقیقی بحث قلم بند کروں۔ تاکہ اس کے ذریعہ ہر خاص وعام مستفید ہو سکے اور ان کی افسانہ تراشیوں سے آگاہی حاصل ہو جائے۔

فصل اوّل

فدک کی تحقیقی بحث

فدک بفتحتین نام دیہے از خیبر۔ (قاموس) یعنی "فدک"، حرف فاء اور دال کے زبر کے ساتھ، خیبر کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ "قاموس اور منتخب"، میں بھی اس لفظ کا یہی معنی لکھا ہوا ہے۔

ایک شہر کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے دو دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اور خیبر سے صرف ایک منزل دُور ہے۔ (مصباح اللغۃ)

فدک ایک گاؤں ہے۔ جو حجاز میں واقع ہے۔ اور اس کی مسافت مدینہ منورہ سے دو دن کی ہے۔ بعض روایات کے مطابق تین دن کی راہ کی مسافت بھی آئی ہے۔

(معجم البلدان)

ازروئے کتب شیعہ فدک مالِ فئی تھا جو بحکم قرآن عام مسلمین کے لیے ہوتا ہے۔

فدک کے بارے میں شیعہ سُنی تمام اس پر متفق ہیں۔ کہ یہ مقام و موضع یا شہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں بغیر جنگ و جدال کے آیا۔ اس کی خاطر کوئی منصوبہ بندی اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طاقت استعمال کرنے کا کوئی موقع اور ضرورت در پیش نہ ہوئی۔ اور ایسا علاقہ یا مال فئی کہلاتا ہے دوسرا اس امر پر بھی دونوں گروہوں کا اتفاق ہے۔ کہ مال فئی کسی کو ہبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان دونوں متفقہ امور کے ثبوت کے لیے ہم شیعہ کتب سے دو حوالہ جات قارئین کے پیش نظر کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

حوالہ نمبر (۱)

صاحب معجم البلدان گفتہ، فدک قریہ ایست میانِ حجاز۔ درمیانِ او و مدینہ دو روزہ راہ است و بعضے گفتہ اند سہ روزہ و آں قریہ از کفار خیبر بود کہ بطریق مصالحۃ در تحت تصرف آں حضرت در آمدہ بود و بموجب دین الٰہی خالصۃ حضرت رسالت پناہی شدہ بود۔ و در آنجا چشمہ آب رواں و درختہائے خرما بسیار بود
(مجالس المومنین جلد اول ص۴۸ مطبوعہ تہران در ذکر فدک)

ترجمہ: "معجم البلدان" کے مصنف نے کہا کہ "فدک" حجاز میں واقع ایک گاؤں ہے۔ مدینہ منورہ اور اس کے درمیان دو دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ اور بعض مؤرخین کہتے ہیں۔ کہ ان دونوں کی مسافت تین دن کے فاصلہ کے برابر ہے۔ یہ گاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تصرف میں لائے۔ جس کی خاطر کوئی جنگ نہ کرنا پڑی۔ اور آپ کے تصرف میں آنے سے قبل یہ "خیبر" کے، کفار کی ملکیت تھا۔ اور اللہ کے دین کے فیصلہ کے مطابق یہ موضع صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہوا۔ اس موضع میں ایک بہتا، ہوا چشمہ اور کھجوروں کے بہت سے درخت تھے۔

حوالہ نمبر (۲)

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَسْبَاطٍ قَالَ لَمَّا وَرَدَ اَبُو الْحَسَنِ مُوْسٰی عَلٰی

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

الْمَهْدِیْ رَاٰهُ یَرُدُّ الْمَظَالِمَ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا بَالُ مَظْلِمَتِنَا لَا تُرَدُّ فَقَالَ لَهٗ وَ مَا ذَاكَ یَا اَبَا الْحَسَنِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لَمَّا فَتَحَ عَلٰی نَبِیِّهٖ فَدَكَ وَ مَا وَالَاهَا لَمْ یُوْجَفْ عَلَیْهِ بِخَیْلٍ وَلَا رِكَابٍ ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۵۴۳ کتاب الحجۃ باب الفئی والانفال مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: علی بن اسباط سے مروی ہے۔ کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مہدی عباسی کے پاس آئے۔ تو وہ لوگوں کے غصب شدہ املاک واپس کرنا تھا حضرت نے فرمایا۔ ہمارے غصب شدہ مال کو بھی واپس دے دو۔ اس نے کہا۔ وہ کیا ہے یا ابا الحسن؟ آپ نے فرمایا۔ جب اللہ نے اپنے نبی کو فدک پر فتح دی۔ اور بغیر جنگ حاصل کیا۔

(ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۶۸۳)

مذکورہ دونوں حوالہ جات سے وہی دونوں متفقہ امور بالکل صراحت کے ساتھ معلوم ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ "فدک" رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زیرِ تصرف کسی جنگ و جدل کے بغیر آیا۔ دوسرا یہ کہ مال غنیمت کے طور پر مقام و موضع بمعہ اس کے لوازمات کے صرف اور صرف، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف تھا۔ اس میں از روئے حکم خدا کوئی آپ کے ساتھ شریک نہ تھا۔ آپ تنہا اس کے والی و متصرف تھے۔

فدک کیا تھا، اس کے مصارف کیا تھے

یہ دو اہم سوال ہیں۔ جن کے جواب سے اس موضوع پر کچھ لکھنا مفید ثابت ہوگا۔ تو میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

ابتداء میں انہی دو امور کی وضاحت کروں گا۔

چند سطور پہلے آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ "فدک" ایک موضع اور بستی کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین منزل دوری پر واقع ہے۔ اور اس کی نصف زمین یہودیوں نے بغیر جنگ کے بطور صلح مسلمانوں کی دی تھی۔

ایک یہ قطعہ زمین اور اسی طرح سات اور قطعات زمین بھی تھے۔ جو مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں تھے۔ جو یہود کے قبیلہ بنی نضیر سے لیے گئے تھے۔ یہ تمام قطعات زمین بمعہ "فدک" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف و قبضہ تھے۔ تاکہ ان کی پیداوار سے اپنی حاجات آپ پوری کر سکیں۔

اس کے ساتھ خیبر کے کچھ قطعات بھی آپ کے زیر تصرف تھے۔ جن کی آمدنی کا پانچواں حصہ آپ کا مقرر تھا۔ اور اس کے علاوہ جہاد میں جو مال غنیمت مجاہدین کے ہاتھوں میں آتا اس میں سے بھی پانچواں حصہ آپ کا مقرر تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مختلف مدات سے جو آمدنی حاصل ہوتی تھی۔ آپ انہیں، مندرجہ ذیل امور پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ اپنی ذات، اپنے اہل و عیال، اپنی ازواج پر خرچ فرماتے۔ اور تمام بنی ہاشم کو اس آمدنی سے کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے تھے۔

۲۔ بادشاہوں کے سفیر اور مہمانوں کی آؤ بھگت بھی اسی سے ہوتی۔

۳۔ حاجت مندوں اور غریبوں کی امداد بھی اسی سے ہوتی۔

۴۔ جہاد کے لیے اسلحہ بھی اسی سے خریدا جاتا۔

۵۔ مجاہدین کے لیے گھوڑے، اونٹ وغیرہ خریدنے کے لیے اسی سے ان کی امداد کی جاتی تھی۔

۶۔ اصحاب صفہ کی خبر گیری اور ان پر اٹھنے والے مصارف بھی اسی سے پورے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیسے جاتے۔

نوٹ:

صدقہ کا مال جو آتا۔ تو آپ اسے فوراً غرباء اور مستحقین میں بانٹ دیتے تھے۔ اپنے لیے اس میں سے کچھ نہیں رکھتے تھے۔

ان مصارف کو دیکھا جائے۔ کہ جن کی کفالت اور امداد اس آمدنی سے متعلق تھی۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ آمدنی کا ان تمام مصارف میں پورا ہونا بہت مشکل تھا۔ اسی وجہ سے ازواج مطہرات کو شکایت رہتی تھی۔ کہ سب کچھ بانٹ دیا جاتا ہے اور گھریلو اخراجات کے لیے مناسب خرچہ نہیں رکھا جاتا۔ اس کے برخلاف بنی ہاشم کے لیے جو خرچہ مقرر تھا۔ وہ بھی ان کے حالات کے مناسب تھا۔ ادھر حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا باوجودیکہ آپ کو انتہائی عزیز تھیں۔ پھر بھی ان کے حصہ میں آنے والی آمدنی ان کی پوری کفالت نہیں کرتی تھی۔ ان مصارف کو دیکھ کر یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان قطعات سے حاصل شدہ آمدنی مخصوص مدّوں پر صرف فرماتے تھے۔ اور ان کو اپنی ذاتی ملکیت قرار نہیں دیتے تھے۔ بلکہ اللہ کی راہ میں ہی خرچ کیا کرتے تھے۔

جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ دوڑ سنبھالی۔ تو انہوں نے بھی اس باغ کی آمدنی کو انہیں مصارف اور مدات پر خرچ کرنا شروع کیا۔ جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ مبارکہ میں صرف فرمایا کرتے تھے۔ "فدک" کی پیداوار وصول ہوتی۔ تو اس میں سے اہل بیت کرام کا جتنا حصہ نکلا کرتا تھا۔ اتنا حصہ نکال کر ان کے پاس بھیج دیتے۔ اور جن جن کے وظائف اس آمدنی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے تھے۔ ہر ایک کو اس کا وظیفہ مقررہ باقاعدگی سے ادا کیا جاتا۔ خلفائے راشدین نے اس کی آمدنی انہی مدّات پر خرچ کی۔ جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

لیکن جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاکم مقرر ہوئے۔ تو ان کی خلافت کے دوران جب امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ تو ’’مروان‘‘ نے اسی باغ کا ایک تہائی حصہ اپنے نام منتقل کر کے اُسے اپنی جاگیر بنا لیا۔ جب خلافت ملی تو تمام قطعہ فدک کو اپنے لیے خاص کر لیا۔ اور اپنی ملکیت میں لے لیا۔ پھر یہی ’’باغ فدک‘‘ مروان کی اولاد کے پاس رہا۔ اور یہ لوگ اس سے اپنی ضروریات پوری کرتے رہے۔ وقت گزرتا گیا۔ بالآخر جب حضرت عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو انہوں نے جہاں اور اصلاحات کیں۔ وہاں ایک یہ بھی کام کیا۔ کہ ’’باغ فدک‘‘ کو مروان کی اولاد سے واپس لے کر اس کی وہی حیثیت برقرار کر دی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں تھی۔ اور خلفائے راشدین جس طرح اس کی آمدنی کو جن مصارف پر خرچ کرتے رہے۔ اسی طرح انہی مصارف پر پھر سے اس کی آمدنی خرچ ہونا شروع ہو گئی۔

فدک کیا تھا۔ اور اس کے مصارف کیا تھے؟ اس ضمن میں یہاں تک جو کچھ ہم نے تحریر کیا۔ اتنا شیعہ سُنی دونوں کو تسلیم ہے۔ اور اس کی اتنی تاریخ پر دونوں متفق ہیں۔ اس صاف اور سیدھی تاریخ فدک سے ثابت ہوا۔ کہ یہ معاملہ کچھ بھی نہ تھا۔ جسے اتنا اہم بنا لیا گیا محض ایک بات تھی۔ جسے یار لوگوں نے جھگڑا بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اور اس میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواہ مخواہ ہدفِ ملامت بنانے کی ناکام کوشش کی گئی۔ اور ان کے بارے میں زبان طعن دراز کی گئی۔ مذکورہ سطور سے چند باتیں بطور خلاصہ معلوم ہوتی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ فدک کی آمدنی کے مصارف خلفائے راشدین کے دور میں بھی وہی تھے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے تھے۔

۲۔ یہ کسی کی ملکیت نہ تھا۔ بلکہ بیت المال کا حصہ تھا۔ صرف اس کی آمدنی کی مدات مقرر کی گئی تھیں۔ تاکہ ان پر اس کی آمدنی خرچ کی جائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/
MUHAMMAD RIZWAN (FIRERAZA25)

۲- خلفائے راشدین نے اس کی آمدنی بحیثیت وکیل ہونے کے وصول کی۔ کیونکہ بوجہ خلافت نظام حکومت ان کے پاس تھا۔ اس لیے وہ اس بات کے ذمہ دار تھے۔ کہ فدک کی آمدنی انہی مدات پر خرچ ہو۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقرر فرما گئے تھے۔

خود شیعہ کتب اور شیعہ علماء بھی اس بات کا اعتراف و اعلان کرتے ہیں۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فدک کی آمدنی انہی مصارف پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔ جو حضور نے مقرر فرمائے۔ اور آپ کے مطابق اہل بیت کو بھی ان کا مقررہ حصہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دیا کرتے تھے۔

باغ فدک کی حدود اربعہ کے بارہ میں شیعی روایات پر تنقیدی نظر

جس باغ فدک کے بارے میں اوّل و آخر اس بات پر زور دیا جاتا ہے۔ کہ یہ باغ بنتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھا۔ اور دختر رسول سے ابو بکر صدیق نے زبردستی چھین لیا۔ اس بارے میں انہیں یہ بھی یاد نہ رہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی لختِ جگر کو یہ باغ عطا فرمایا بھی تھا؟ اسی باغ کے بارے میں جب میں نے کتب شیعہ کو دیکھا۔ تو ان میں اس کی حدود اربعہ کی کیفیت نے مجھے اور حیران کر دیا۔ یارب یہ ماجرا کیا ہے۔

باغ فدک روئے زمین پر ایک ہی تھا۔ اور ایک ہوتے ہوئے اس کی حدود اربعہ میں اتحاد نہیں۔ اس قدر نزاع نظر آیا۔ کہ یقین نہیں آتا۔ کہ ایسا نزاع ہوتے ہوئے کوئی اس نام کا ایک باغ ہو گا بھی یا نہیں۔ اور اسی مختلف الحدود باغ میں اختلاف کی وجہ سے امت کا شیرازہ بکھر گیا۔

مدعیان حضرات (اہل تشیع) اور ائمہ اہل بیت کی بیان کردہ حدود میں باہمی اتفاق نہیں۔ اگر ایک کو سچا کہیں۔ دوسرے کا کذب لازم آتا ہے۔ اس لیے میں یقین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے کہتا ہوں۔ کہ ان مختلف اقوال کے ملاحظہ کر لینے کے بعد کوئی شخص یہ نہ جان سکے گا۔ کہ "باغ فدک" کی حقیقت کیا ہے۔؟

جس شئی کی حقیقت معلوم نہ ہو۔ وہ مجہول کہلاتی ہے۔ اور مجہول کے بارے میں کسی قسم کا دعویٰ، لغو اور بے معنی ہوتا ہے۔ اور نہ ہی اس میں کوئی تاویل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کی حدود اربعہ میں اس قدر اختلاف ہے۔ جن کا جمع کرنا ناممکن ہے۔ آپ خود ائمہ اہل بیت اور شیعہ حضرات کی کتب کے حوالہ جات اس سلسلہ میں ملاحظہ فرما کر اندازہ لگائیں گے۔ کہ جو کچھ میں نے کہا۔ وہ درست ہے یا غلط؟

روایت اوّل: باغ فدک خیبر سے رقبہ میں چھوٹا تھا

فدک بفتح حرف اوّل وثانی ایک قریہ کا نام ہے۔ کہ مدینہ سے دو منزل اور خیبر سے قریب ایک منزل کے ہے۔

(تہذیب المتین جلد اول فی تاریخ امیر المومنین ص ۲۰۸/ ذکر تفضیہ غصب فدک مطبوعہ دہلی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ فدک ایک قریہ کا نام ہے۔ جس کی وضاحت اسی کتاب میں صـ۱۳۲ـ پر ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔ "فدک کا علاقہ آبادی میں خیبر کے برابر نہ تھا" یعنی اس کا رقبہ خیبر کے برابر نہ تھا۔

روایت دوم

صاحب معجم البلدان گفتہ کہ فدک قریہ ایست میان حجاز در میان او ومدینہ دو روزہ راہ است و بعضے گفتہ اند سہ روز وآں قریہ از کفار خیبر بود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ بطریق مصالحہ در تحت تصرف آنحضرت درآمدہ بود بموجب دین الٰہی خالصۃ حضرت رسالت پناہی شدہ بود و در آنجا چشمۂ آب رواں و درختہائے خرما بسیار بود۔

(مجالس المومنین جلد اوّل ص۴۸ / ذکر فدک مطبوعہ تہران سن طباعت ۱۳۷۵ھ)

ترجمہ: صاحب معجم البلدان نے کہا کہ فدک ایک بستی کا نام ہے۔ جو حجاز میں ہے اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان دو دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تین دن کی مسافت ہے۔ یہ بستی خیبر کے کفار کی تھی۔ جو انہوں نے مصالحت کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں دی تھی۔ اور اللہ کے دین کے مطابق یہ قطعہ زمین صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی تھا۔ اس (فدک) میں ایک بہتا چشمہ اور کھجوروں کے بہت سے درخت تھے۔

روایت سوم: باغ فدک کی حدود اربعہ عدن سے لے کر عریش مصر اور سیف البحر سے دومۃ الجندل تک تھیں

اصول کافی: (کا کچھ حصہ مذکور ہے)

عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِنَا اَظُنُّهُ السَّيَّارِيَّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَسْبَاطٍ قَالَ لَمَّا وَرَدَ اَبُو الْحَسَنِ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْمَهْدِيِّ رَاٰهُ يَرُدُّ الْمَظَالِمَ فَقَالَ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا بَالُ مَظْلِمَتِنَا لَا تُرَدُّ فَقَالَ لَهُ وَ مَا ذَالِكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ قَالَ اِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى لَمَّا فَتَحَ عَلٰى نَبِيِّهِ

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَدَكَ وَمَا وَالَاهَا لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ فَأَنْزَلَ اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ فَلَمْ يَدْرِ رَسُولُ اللهِ مَنْ هُمْ فَرَاجَعَ فِي ذٰلِكَ جِبْرَئِيلَ رَبَّهُ فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ أَنِ ادْفَعْ فَدَكَ إِلَى فَاطِمَةَ فَدَعَاهَا رَسُولُ اللهِ فَقَالَ لَهَا يَا فَاطِمَةُ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَدْفَعَ إِلَيْكِ فَدَكَ فَقَالَتْ قَدْ قَبِلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مِنَ اللهِ وَمِنْكَ......

فَقَالَ لَهُ الْمَهْدِيُّ يَا أَبَا الْحَسَنِ! حُدَّهَا لِي فَقَالَ حَدٌّ مِنْهَا جَبَلُ أُحُدٍ وَحَدٌّ مِنْهَا عَرِيشُ مِصْرَ وَحَدٌّ مِنْهَا سِيفُ الْبَحْرِ وَحَدٌّ مِنْهَا دَوْمَةُ الْجَنْدَلِ فَقَالَ لَهُ كُلُّ هٰذَا قَالَ نَعَمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هٰذَا كُلُّهُ إِنَّ هٰذَا كُلَّهُ مِمَّا لَمْ يُوجِفْ عَلَى أَهْلِهِ رَسُولُ اللهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ فَقَالَ كَثِيرٌ وَأَنْظُرُ فِيهِ.

(اصول کافی مطبوعہ نولکشور کتاب الحجۃ باب الفی والانفال ص ۳۵۴،
طبع قدیم/اصول کافی جلد اول ص ۵۴۳ کتاب الحجۃ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ: علی بن محمد بن عبداللہ نے ہمارے بعض اصحاب سے نقل کیا۔ جسے میں ''برقی'' گمان کرتا ہوں۔ اور اس نے علی بن اسباط سے روایت کی۔ کہ جب امام ابوالحسن موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ مہدی کے پاس گئے۔ تو اس وقت خلیفہ زیادتیوں کو رفع کر رہا تھا۔ تو امام موسیٰ نے کہا۔ امیر المؤمنین ہمارے اوپر زیادتیوں کا کیا حل ہے؟ وہ ہمیں کیوں نہیں لوٹائی جاتیں۔ تو خلیفہ نے پوچھا۔ وہ کیا ہیں؟ امام موسیٰ کاظم نے کہا۔ وہ یہ ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ''فدک'' عطا فرمایا۔ اور اس کے

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKREZA25)

ملتی کو بھی عطا کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے حصول کے لیے نہ گھوڑوں سے حملہ کیا۔ اور نہ ہی اونٹ اس پر دوڑائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس (فدک) کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ "قرابت والوں کو ان کا حق دیجئے"، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اشارہ کو نہ جان سکے۔ پھر جبرئیل سے اللہ نے فرمایا۔ کہ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فدک کا رقبہ اپنی لختِ جگر فاطمہ کو عطا کر دیں۔ اس کے بعد آپ نے جناب فاطمہ کو بُلایا۔ اور فرمایا۔ فاطمہ! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ میں تجھے فدک دے دوں۔ تو عرض کی۔ یارسول اللہ! اللہ اور آپ کی عطا مجھے قبول ہے۔

یہ سُن کر خلیفہ مہدی نے امام موسیٰ کاظم سے کہا۔ اے ابوالحسن! اس (فدک) کی حدود اربعہ بتلائیں؟ کہا اس کی حد بندی یہ ہے۔ کہ ایک طرف اس کے احد پہاڑ دوسری طرف عریش مصر تیسری طرف سیف البحر اور چوتھی طرف دومۃ الجندل ہے۔ (ان چار اطراف کے اندر تمام رقبہ "فدک" ہے) پوچھا۔ کیا ان اطراف کے اندر پورا رقبہ؟ کہا۔ ہاں یا امیر المومنین مکمل رقبہ اس کا رقبہ ہے۔ اور یہ تمام علاقہ و رقبہ وہ ہے۔ کہ جس کے باسیوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ گھوڑے دوڑائے۔ اور نہ ہی اونٹ۔ تو یہ سن کر خلیفہ مہدی نے کہا۔ بہت بڑا رقبہ ہے۔ میں اس بارے میں سوچوں گا۔

سوال:

جب آپ نے تین روایات کے ذریعہ اس کی حد بندی ملاحظہ فرمائی۔ تو میں اس کے بعد شیعہ حضرات سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوں۔ کہ "فدک" کی حد بندی جو امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی۔ جو روایت سوم میں ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہ درست سمجھتے ہو ؟ یا وہ حدود اربعہ جو نور اللہ شوستری یا سید مظہر حسین نے بیان کیں۔ وہ قابل اعتبار ہیں۔؟

اگر نور اللہ شوستری اور سید مظہر حسین کی بیان کردہ حدود فدک تمہارے ہاں درست تسلیم کی جاتی ہیں۔ تو انہیں صحیح ماننے سے یہ لازم آیا۔ کہ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ کی بیان کردہ "حدود فدک" ان کی طرف محض منسوب کی گئی ہیں۔ خود ان کی بیان کردہ نہیں۔ اور ایک من گھڑت اور بے سروپا روایت کو امام موصوف کی طرف نسبت کر کے دراصل اس روایت کو صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ تاکہ مگرمچھ کی طرح آنسو بہا کر جاہل لوگوں میں یہ تاثر دیا جا سکے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی "فدک" کی اتنی بڑی جائیداد تھی۔ جس کو اس وقت کے خلیفہ نے زبردستی یا کسی بہانہ سے ان سے چھین لیا تھا۔ تاکہ سیدہ اپنی زندگی بے کسی اور بے بسی میں بسر کریں۔ اور یہ غاصب لوگ ان کی بے بسی پر خوش و خرم ہوں۔

اور اگر اس کے برعکس خود امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردہ روایت درست ہے۔ تو اس کے حدود اربعہ کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ایک بہت بڑا وسیع رقبہ تھا جس کے ایک طرف کوہ احد ہے۔ جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل جانب شمال میں ہے۔ دوسری طرف عریش مصر ہے۔ جو شام کی طرف سے مصر جانے والے راستہ پر واقع ہے۔ بحیرہ روم کے ساحل پر مصر کی سرحد ہے۔ تیسری طرف کنارہ بحر جس سے مراد اکثر طور پر "دو بحر عمان" کا کنارہ ہوتا ہے۔ واقع ہے۔ اور چوتھی طرف دومۃ الجندل جو دمشق کی جنوبی طرف پانچ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اور مدینہ منورہ سے تقریباً پندرہ، سولہ دن کی راہ بنتی ہے۔

(صافی شرح کافی)

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FAKHERAZA25)

باغ فدک کے علاوہ سات باغ اور بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قبضہ میں تھے نبی علیہ السلام پر کنبہ پروری کا اتہام

فروع کافی:-

اس جائیداد کے علاوہ اور بھی سات باغ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی روایت سے سیدہ فاطمہ کی ملکیت میں مذکور ہوئے۔ ملاحظہ ہو۔

فَلَمَّا قُبِضَ جَآءَ الْعَبَّاسُ يُخَاصِمُ فَاطِمَةَ فِيهَا فَشَهِدَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَغَيْرُهُ اَنَّهَا وُقِفَ عَلٰى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَهِيَ الدَّلَالُ، وَالْعِفَافُ وَالْحُسْنٰى وَالصَّافِيَةُ وَمَالُ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ وَالْمِيْثَبُ وَالْبَرْقَةُ۔

ترجمہ: پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سات باغات کے بارے میں جھگڑا کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ نے ان کے بارے میں شہادت دی۔ کہ یہ سب حضرت فاطمہ کو وقف کر دیئے گئے ہیں۔ وہ سات باغات یہ ہیں۔ دلال۔ عفاف، حسنیٰ، صافیہ، مالام ابراہیم، میثب اور برقہ۔

(۱) (فروع کافی جلد ہفتم کتاب الوصایا باب صدقات النبی ص ۴۸)

(۲) مناقب آل ابی طالب جلد اول ص ۱۶۹ فی احوالہ ودقیقہ۔ طبع قم جدید

(۳) ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ رضی اللہ عنہا ص ۲۴۵ طبع تہران،

امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول دونوں روایتوں کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت در فدک،، کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وسیع و عریض رقبے کے علاوہ مذکورہ سات باغات بھی تھے۔ اور ان دونوں جائدادوں کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اراضی اور باغات بھی ان کے زیر قبضہ و تصرف تھے تو اس تفصیل کے جاننے اور مان لینے کے بعد یہ ماننا بہت مشکل ہوگا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "فدک" کے یہ اموال اپنی لخت جگر کو ہبہ کر دیئے تھے۔ کیونکہ اس کے ماننے سے شانِ نبوت پر ایک رکیک حملہ ہوتا ہے۔ جس کا تذکرہ چند سطور آگے چل کر کروں گا۔

ادھر کتب شیعہ اس بات کو صراحتہً بیان کرتی ہیں۔ کہ "فدک" کی پیداوار "ہزاروں دینار" تھی۔ "محمد باقر مجلسی" اپنی تصنیف "حیات القلوب" میں ذکر کرتا ہے۔ "کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ فدک سے معاہدہ کر لیا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیں۔ اور یہ بھی ہے کہ آپ نے خیبر کا سارا خمس بھی فاطمہ کو دے دیا تھا۔ ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ ص۲۲"

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ سات باغات بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائے۔ اور "فدک" کے اموال فے جو کہ بموجب معاہدہ چوبیس ہزار دینار (جو لاکھوں روپے بنتے ہیں۔) تھے۔ وہ بھی سیدہ کو دے دیئے۔ یہ تو وہ جائداد تھی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی لختِ جگر کو ملی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اراضی اور باغات اس کے علاوہ ان کی ملک میں تھے۔

اتنی بڑی جائداد کی وارثہ بنا دینا کیا قرآن پاک کی اس آیت کے خلاف نہیں تھا۔ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ۔ تو اس آیت کریمہ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ اتنی بڑی جائیداد کسی ایک شخص کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمادی دراصل آپ کی ذات پر یہ الزام لگانا ہے۔ کہ آپ (معاذ اللہ) خویش پرور، خود غرض اور احکامات قرآنیہ کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو "رحمۃ اللعالمین" بنایا۔ آپ اس کے عملی طور پر نمونہ نہ تھے۔

اصحاب صفہ اور دیگر وہ مہاجرین کہ جو غریب و مسکین تھے۔ اور انصار میں سے کچھ

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہ لوگ جو محتاج تھے۔ ان میں سے بعض تو ایسے بھی تھے۔ کہ جنہیں تن ڈھانپنے کے لیے پورا کپڑا اور بھوک مٹانے کے لیے نان جویں بھی میسر نہ تھا۔ ادھر فوجی اعتبار سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ضروریات جہاد اور مصارف میں اتنی کمی تھی۔ کہ جس کا ثبوت آخری غزوۂ تبوک کی صورت میں ہمارے سامنے نظر آتا ہے۔ اس غزوہ میں ابتدائً ہر ایک مجاہد کو کھجور کا ایک ایک دانہ کھانے کے لیے ملتا رہا۔ بعد میں چند مجاہدوں کو مجموعی طور پر ایک ایک دانہ کھجور میسر آتا رہا۔ اس تنگی اور بے سروسامانی کی وجہ سے اس غزوہ کو "جیش العسرہ" کہا گیا۔ خود رب ذوالجلال نے قرآن پاک میں اس غزوہ کی سواریوں کی کیفیت ان الفاظ میں بیان فرمائی۔

عہد رسالت میں صحابہ کرام کی تنگدستی کا عالم

آیت:

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ۔

(پ۱۰ آخری رکوع)

ترجمہ: اور نہ ہی ان صحابہ پر کوئی گناہ کا بوجھ ہے۔ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے درخواست کرتے تھے۔ حضور! جہاد میں شرکت کے لیے ہمیں کوئی سامان اور سواری عنایت کیجئے۔ آپ نے انہیں فرمایا۔ کہ تمہارے لیے سامان و سواری کا انتظام میرے پاس نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ غریب صحابہ ایسی حالت میں واپس لوٹے۔ کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش جاری تھی۔ یہ حالت اس لیے ہوئی۔ کہ ان بیچاروں کے پاس اللہ کی راہ

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

میں خرچ کرنے کے لیے کچھ بھی میسر نہ تھا۔

ایک طرف اصحاب صفہ اور غریب مہاجرین ہوں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ضروری سامان وخوراک بھی نہ ہو۔ اور دوسری طرف لاکھوں کروڑوں کی جائیداد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خاتونِ جنت کو عطا فرما دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رویہ کیا رحمۃ للعالمین کے وصف کا غماز ہے! کیا اتنی بڑی جائیداد ثابت کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیرخواہ ہو سکتے ہیں!

یہ لوگ ایک طرف آ سیدہ خاتون جنت کی محبت کے دعویٰ میں اور دوسری طرف اس محبت سے حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ بغض وعداوت میں اس قدر حواس باختہ نظر آتے ہیں۔ کہ خود اپنی کتابوں میں اس واقعہ کی طرف ان کی نظریں نہیں اٹھتیں۔ کہ جب خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے اپنے خانگی کام کاج میں ہاتھ بٹانے کے لیے لونڈی کا سوال کیا۔ تو بارگاہ نبوی سے لونڈی کی بجائے "سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر" کی تسبیحات پڑھنے کو ملیں۔ اور فرمایا۔ بیٹی! خادم اور نوکر سے ان تسبیحات کا پڑھنا تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ اگر اتنی بڑی جائیداد کی آپ مالک تھیں تو خداداد دولت سے آپ کئی لونڈیاں خرید سکتی تھیں۔ اور کم از کم اپنی گھریلو زندگی اتنی ٹھاٹھ باٹھ سے بسر فرمائیں۔ کہ کسی قسم کی کمی اور ضرورت نہ رہتی۔ لیکن چکی پیستے پیستے ہاتھوں کو چھالے پڑ جاتے ہیں۔ اور کئی کئی دن گھر کھانا نہیں پکتا۔

مشکوٰۃ اور ابوداؤد میں مذکور ہے۔ کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے "فدک" کا سوال کیا۔ تو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف انکار فرما دیا۔ اور اس کی آمدنی آپ اپنی زندگی میں فی سبیل اللہ، بنی ہاشم اور دیگر یتیم اور مسکین ضرورتمندوں پر صرف فرماتے رہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اہلِ بیت رسول کو اللہ نے دنیاوی مال و دولت اور زیب و زینت سے منع فرمایا

آیت:

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ـ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ـ

(پ ۲۱ رکوع آخری)

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی بیویوں کو فرمادیں۔ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت کی متمنی ہو۔ تو چلو تمہاری تمنا پوری کیے دیتے ہیں۔ اور تمہیں اچھے طریقہ سے اپنے سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ اور اگر تمہاری خواہش (دنیوی ساز و سامان کی بجائے) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرۃ (کا حصول) ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے نیکوکار عورتوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی اعلان فرمایا۔ کہ

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ـ (پ ۲۲ رکوع ملا)

بے شک اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے۔ کہ اہلِ بیت! تم سے مال و دولت کی حب دور کر کے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKREZA25)

کی محبت کے عالی مقام و مرتبہ سے تم کو نواز دے۔

جب ازواج مطہرات نے سامانِ دنیا کا تھوڑا سا مطالبہ کیا۔ تو اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا نہ سمجھا۔ اور اس مبغوض و مذموم دنیا کی حرص ان کے دل سے نکال کر طہارت قلبی عطا فرمائی۔ تو کیا سیدہ خاتون جنت کے لیے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لعنت اور قابل مذمت چیز کو پسند فرما کر انہیں عطا کر دیا۔ جس دل میں طہارت اور پاکیزگی آئی تھی۔ وہ حُبِّ دنیا سے معمور ہو گیا۔ اور جس غربت و فقر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے باعثِ فخر کہیں۔ اس سے سیدہ کو کوسوں دور رکھیں۔ جب سونے کے پہاڑ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے چاہے۔ اور فرمایا۔ اے محبوب! اگر تم چاہو۔ تو یہ پہاڑ سونے کے بن کر تمہارے ساتھ ادھر ادھر چلتے رہیں۔ لیکن آپ نے منظور نہ کیا۔ شب معراج ایک بڑھیا کی شکل میں "دنیا" نے آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے داؤ لگایا۔ لیکن آپ متوجہ نہ ہوئے۔ اور اُسے منہ نہ لگایا۔ کیا ایسی اولوالعزم شخصیت سے، یہ باور کیا جا سکتا ہے۔ کہ جو خود ٹھکرا دیا۔ وہ اپنی لختِ جگر کے سپرد کر دیا۔ جسے خود نفرت سے دیکھتے رہے۔ اُسے اپنی بیٹی کا مطمح نظر بنا دیا۔ حاشا ثم حاشا نہ آپ خود دنیا کے طالب تھے۔ اور نہ ہی آپ کی اولاد امجاد میں اس کی طلب تھی۔ یہ محض افترار و بہتان ہے۔ جو کسی نام نہاد "محبِ اہل بیت" کو ہی زیب دیتا ہے۔

مقامِ غور:

مذکورہ روایات میں دو باتیں قابل غور ہیں۔

۱۔ "اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" کا جو شان نزول بیان کیا گیا۔ واقعی یہی شان نزول ہے۔؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۲۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حق میں "فدک" کا فیصلہ ایک عورت اور ایک مرد کی شہادت سے کیا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟

جہاں تک "وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" کے ضمن میں "اصول کافی" کے اندر جو قصہ مذکور ہے۔ وہ بے سروپا ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات کے تمام مترجمین جن میں "مقبول احمد" بھی شامل ہے۔ اور تمام مفسرین نے اس بات کو تسلیم کیا۔ کہ "سورۃ روم" اور "سورۃ بنی اسرائیل" دونوں مکی ہیں۔ زیر بحث آیت کریمہ ان دونوں میں موجود ہے۔ گویا مکی زندگی کے دوران "قرابت والوں" کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا جس وقت یہ آیت اتری۔ اس وقت ابھی "فدک" کا مسئلہ ہی نہیں تھا۔ کیونکہ یہ "جائیداد" مکہ سے ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف آئی۔

تو کس قدر جہالت ہے۔ کہ ابھی ایک چیز زیر تصرف ہی نہیں آئی۔ اور نہ ہی اس کا کوئی چرچا تھا۔ تو ایسی معدوم جائیداد میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو "ذوی القربیٰ" کے حقوق دینے کا حکم دیا۔ جس سے نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف مالایطاق کا حکم دیا جا رہا ہے۔ بلکہ خود اللہ رب العزت کی شان میں یہ کہنا پڑے گا۔ کہ اُسے بھی علم نہیں۔ کہ جو چیز ابھی زیر تصرف نہیں۔ اس کا حکم دے رہا ہے۔ اور یہ لوگ (شیعہ) ہیں۔ کہ اس معدوم کے ہبہ کرنے کی رٹ لگائے جا رہے ہیں۔

اگر ایک اور پہلو سے اس مسئلہ میں غور و فکر کی جائے۔ تو بھی ان حضرات کے دامن میں سوائے خاک کے اور کچھ نظر نہ آئے گا۔ جسے ہاتھوں میں لے کر قیامت تک اپنے منہ پر ملنا ان کا شیوہ ٹھہرا۔ ذرا روایات کا انداز دیکھئے۔

لکھتے ہیں۔ کہ جب جبرائیل امین "وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" آیت لے کر حاضر ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مقصد و مفہوم نہ سمجھ سکے۔ جس کی بنا پر آپ کو جبرائیل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی پھر ضرورت پڑی۔ کہ پوچھا اے جبریئل! تم ہی بتاؤ۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ کیونکہ مجھے سمجھ نہیں آئی۔ جبریئل نے بھی کورا جواب دیا۔ حضور مجھے کیا علم کہ اس سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ چنانچہ پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ سے جبریئل نے پوچھا۔ اے مالک دو جہاں!

تو نے جو آیت کریمہ "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ" نازل فرمائی۔ اس کی مراد نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ سکے۔ اور نہ ہی مجھے معلوم ہے۔ لہٰذا اس کی مراد بتلا دیجئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ "فدک کی جائیداد اپنی بیٹی کو بلا کر ہبہ کر دو"

ذرا اس اندازِ روایت میں غور کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم دیا۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ سمجھ سکے۔ لہٰذا اس کی فہمائش کی خاطر جبریئل کو پھر آسمانوں پر جانا پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جب شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ آپ اور تمام ائمہ اہل بیت "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" کا علم رکھتے ہیں۔ تو اتنے علم کا حامل ہوتے ہوئے "ذوی القربیٰ" کی مراد نہ سمجھ سکے۔ ادھر اللہ رب العزت جو "بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ" کی صفت والا ہے۔ اس نے بھی ایسا حکم دیا۔ جو معمہ بن گیا۔ اور بلا وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تردد میں ڈالا۔ کیا اچھا ہوتا۔ کہ وہ اس چکر میں ڈالنے کی بجائے سیدھا صاف الفاظ میں فرما دیتا۔ "وَاٰتِ فَاطِمَةَ فَدَكَ" یعنی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو "فدک" دے دیں۔

ان حضرات کے بیان کردہ شانِ نزول کے واقعات سے ایک نہیں بہت سی تباحتیں اور گستاخیاں ثابت ہوتی ہیں۔ محض اپنے مطلب کو ثابت کرنے کی خاطر نہ خدا کو معاف کیا۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ نبوت کا پاس رکھا۔ اور نہ ہی تاریخ کے اوراق کو دیکھنا گوارا کیا۔ ٹھیک ہی کہا کسی نے "حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ"۔

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

شیعوں کی ایک گپ

ابو بکر رضؓ نے سیدہ فاطمہ رضؓ کو فدک کی ملکیت کا پروانہ لکھ دیا تھا مگر عمر رضؓ نے چھین کر پھاڑ ڈالا

شیعہ حضرات کی تقریباً اکثر چھوٹی بڑی کتب میں یہ من گھڑت قصہ ہمیں پڑھنے کو ملتا ہے کہ ام ایمن اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی شہادت پر کہ نبی علیہ السلام نے باغ فدک سیدہ فاطمہ رضؓ کے ملک کیا تھا۔ ابو بکر نے جناب فاطمہ کو فدک کی ملکیت کا پروانہ لکھ دیا۔ اور وہ بخوشی لے کر گھر آ رہی تھیں کہ راستہ میں عمر مل پڑے انہوں نے (معاذ اللہ) سیدہ فاطمہ کو دھکا دیا اور ان سے وہ پروانہ چھین کر پھاڑ ڈالا۔

جواب ۱ :

اس من گھڑت قصہ کی تردید بالتفصیل تو آئندہ آنے والی تمام ابحاث سے بخوبی ہو گی۔ من جملہ اُن کہ باغ فدک مال فئی تھا۔ جو کسی کی ملک میں دیا جا ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ نبی علیہ السلام نے سیدہ کو باغ فدک دے دیا تھا۔ جس کے چھن جانے پر فاطمہؓ نے دعویٰ کیا بہتان فاطمہ، ام ایمن اور علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہم سب کی توہین ہے۔

فی الحال اختصاراً ہم شیعوں کی مذکورہ گپ کا جواب انہی کی معتبر کتاب سے پیش کیے دیتے ہیں۔

❖ ❖

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

شرح ابن میثم :-

فَقَالَتْ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ وَهَبَهَا لِيْ، قَالَ فَمَنْ يَّشْهَدُ بِذٰلِكَ فَجَاءَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِيْ طَالِبٍ وَّ أُمُّ أَيْمَنَ فَشَهِدَا لَهَا بِذٰلِكَ فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَشَهِدَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ يُقَسِّمُهَا، فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ صَدَقْتِ يَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَصَدَقَ عَلِيٌّ وَصَدَقَتْ أُمُّ أَيْمَنَ وَصَدَقَ عُمَرُ وَ صَدَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَ ذٰلِكَ أَنَّ لَكِ مَا لِأَبِيْكِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْ فَدَكٍ قُوْتَكُمْ وَ يُقَسِّمُ الْبَاقِيْ وَ يَحْمِلُ مِنْهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَكِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ أَصْنَعَ بِهَا كَمَا كَانَ يَصْنَعُ، فَرَضِيَتْ بِذٰلِكَ وَأَخَذَتِ الْعَهْدَ عَلَيْهِ بِهٖ -

(ابن میثم شرح نہج البلاغہ جلد ۵ ص ۱۰۷ خطبہ ۴۴)

ترجمہ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا (ابوبکر سے) کہ فدک نبی علیہ السلام نے مجھے ہبہ کیا تھا۔ ابوبکر صدیق نے پوچھا۔ اس پر کوئی گواہ؟ چنانچہ علی بن ابی طالب اور ام ایمن آئے اور انہوں نے اس کی گواہی دی استنے میں عمر بن الخطاب اور عبدالرحمٰن بن عوف بھی آگئے، انہوں نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گواہی دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فدک (کی آمدن) کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ ابوبکر نے کہا۔ اے بنت رسول! آپ نے سچ کہا۔ ام ایمن اور علی نے بھی سچ کہا۔ عمر اور عبدالرحمٰن نے بھی سچ کہا۔ یعنی اے فاطمہ! آپ کو وہی کچھ ملتا رہے گا جو نبی علیہ السلام کے لیے تھا جیسا کہ نبی علیہ السلام فدک سے تمہاری خوراک بھر لیتے تھے اور باقی تقسیم کر دیتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ اور میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو وہی کچھ دیتا رہوں گا جیسے نبی علیہ السلام کا دستور تھا۔ جس پر سیدہ راضی ہو گئیں اور اس پر ابوبکر صدیق سے عہد لے لیا۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ علی مرتضےٰ اور ام ایمن نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک ہبہ کیے جانے کی گواہی ضرور دی تھی مگر بعد میں عمر فاروق اور عبدالرحمان بن عوف نے گواہی دی کہ عہد رسالت میں فدک کی آمدن تقسیم ہوتی تھی جس پر ابوبکر صدیق نے دونوں طرح کی گواہی میں یوں تطبیق دی کہ نبی علیہ السلام نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک مکمل طور پر نہیں بلکہ آمدن کا کچھ حصہ دے رکھا تھا اور بقیہ آمدن فقراء میں تقسیم ہو جاتی تھی اور ابوبکر نے قسم اٹھائی کہ عہد رسالت سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقرر حصہ انہیں ضرور ملتا رہے گا۔ جس پر وہ راضی ہو گئیں اور اس پر ابوبکر صدیق سے عہد لے لیا۔

MUHAMMAD RIZWAN (FIKREAZA25)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

جواب ۲: یہ بارگاہِ صدیقی میں افتراء ہے۔ کیونکہ اگر اس بات کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حکم قرآن کی اس بارے میں مخالفت کی۔ اور یہ بھی لازم آتا ہے۔ کہ آپ کے اس خلاف شرع فیصلہ پر کسی نے اعتراض نہ کیا۔ حالانکہ یہ ایسا زمانہ تھا۔ کہ اس میں آزادی رائے کا اتنا اہتمام تھا۔ کہ خلیفہ وقت کے فیصلے کے خلاف بھرے مجمع میں ایک معمولی عورت کھڑے ہو کر ٹوک سکتی تھی۔ کہ آپ نے غلط کہا۔ اور وقت کا خلیفہ اس بڑھیا کی بات بڑی خندہ پیشانی سے سنتا تھا۔ اگر درست ہوتی تو سر تسلیم خم ورنہ کوئی گرفت نہیں تھی۔

عہد فاروقی میں عدل وانصاف کا عالم

منہج الصادقین

در وقتیکہ عمر بر بالائے منبر رفت واز مغالات در صداق منع کرد زنی بر خواست واو را گفت اَتَمۡنَعُنَا مَا جَعَلَهُ اللهُ لَنَا آیا مارا منع میکنی از آنچہ حقتعالیٰ از برائے ما مقرر کردہ وزمام اختیار آں بدست ما دادہ بعد ازاں ایں آیت تلاوت کرد (وَاٰتَیۡتُمۡ اِحۡدٰهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَیۡـًٔا)..... پس عمر ازرائے خود رجوع کرد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد دوم ص ۵۸ مطبوعہ تہران زیر آیت وَآتیتم احدٰہن قنطاراً)

ترجمہ: جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور حق مہر میں گرانی کو منع فرمایا تو ایک عورت اٹھی اور کہنے لگی کیا آپ ہم سے اُس چیز کو منع رکھنا چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقرر کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ اور اس کا ہمیں اختیار دیا ہے۔ اور اس کے بعد یہ آیہ کریمہ تلاوت کی یعنی اور اگر تم عورت کو حق مہر میں ایک ڈھیر (مال کا) بھی دو تو اس میں سے کوئی چیز نہ لو۔ عورت کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔

ہمارا اس واقعہ کو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ قارئین کے سامنے اس دور کی آزادی رائے کی تصویر آجائے۔ جس میں کسی امیر و غریب۔ شاہ و گدا، شریف و ذلیل میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ اور نہ ہی آیات و احکام قرآنیہ کے خلاف کسی کی بات چلتی تھی۔ جب خلفائے راشدین کا دور ایسا مسعود تھا۔ تو ہم کس طرح باور کر سکتے ہیں۔ کہ خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے "وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ" کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک عورت اور ایک مرد کی گواہی پر فیصلہ فرما دیا۔ بلکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے گواہی کا مسئلہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ آپ نے اس اصل بات کو ہی ختم فرما دیا۔ جس میں دعویٰ وغیرہ تھا۔ "انبیاء کرام کی وراثت درہم و دینار نہیں ہوتی۔ بلکہ علم ہوتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بتانے کا مطلب یہ تھا۔ کہ اے فاطمہ! نبی کی وراثت زر و جواہر اور دنیوی مال و جائیداد نہیں ہوتی۔ بلکہ علم دین ہوتا ہے۔ تو تمہیں اپنے والد کے ارشاد کے مطابق اس مسئلہ کو اٹھانا ہی نہیں چاہیئے تھا۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بتلایا۔ تو کیا اس مقام پر ہم یہ کہیں۔ کہ "خاتون جنت" نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ نہیں نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس ارشاد سے قبل اگر کوئی بات دل میں تھی بھی۔ تو وہ بھی صاف ہو گئی ہو گی اور بلا چوں و چرا اسے حق سمجھتے ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو داد انصاف دی ہو گی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فدک کا مطالبہ سیدہ فاطمہ کی عصمت کے خلاف تھا۔

بقول شیعہ مؤرخ

ناسخ التواریخ:

کلمۂ او ودیعۂ خداوند رحمٰن و مناعتِ محل او از ملکوت رفیع تر بود تا بعوالی و فدک چہ رسد و چہ بسیار وقت کہ حسنین را گرسنہ میخوابانید و بلغۂ یک شبہ ایشاں زا بسائلی میرساند۔ مملکتِ دنیا در چشم او با پر زبابے بمیزان نیز نت و فدک و عوالی چیست حاصل عوالی کدام است،

اگر گوئی ایں خطاب و خطبہ چہ بود و ایں ہمہ فزع و شکوی چہ واجب مے نمود پس در حضرت امیر المومنین اظہار جسارت کردن و معذرت جستن با جلباب عصمت بینونت داشت، پاسخ ایں سخن را بدیں گونہ ساختگی کنیم کہ اسرار اہل بیت مستور است،

(ناسخ التواریخ زندگانی حضرت فاطمہؓ صـ۱۵۸
مرزا محمد تقی شیعہ۔ طبع جدید تہران۔)

ترجمہ: سیدہ فاطمہ کی ہر بات اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ ہوتی ہے آپ کا مقام تمام جہانوں سے بلند تر ہے۔ آپ کو فدک اور اس کے عوالی سے کیا غنیمت حاصل ہوئی تھی۔ آپ تو کئی وقت اپنے بچوں حسن و حسین کو بھوکا سلا دیتی اور ان کا رات بھر کا کھانا سائل کو دے دیتی تھیں۔ دنیا کی دولت تو ان کی نگاہ میں مکھی کے ایک پر کے برابر بھی نہ تھی، فدک اور عوالی کی حیثیت ہی کیا ہے؟ اور ان کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آمدن کس زمرے میں ہے ؟

اگر تم پوچھو کہ سیدہ کے مذکورہ خطبے اور خطابات (ابوبکرؓ کے ساتھ) کیا معنےٰ رکھتے ہیں اور وہ شکوے اور شکایتیں کیا تھیں ؟ چنانچہ حضرت علی کی بارگاہ میں سیدہ کا جسارت کرنا پھر معذرت کرنا لباسِ عصمت کے خلاف ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ اہل بیت کے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں۔

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ امور ثابت ہوئے

۱۔ سیدہ فاطمہ کی ہر بات اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ ہے۔ لہذا آپ کی شان کے خلاف کوئی بات آپ کی طرف منسوب کرنا آپ کی توہین ہے

۲۔ آپ کا مقام اتنا بلند ہے کہ ساری دنیا کی دولت آپ کی نگاہ میں مکھی کے پر کے برابر بھی نہیں فدک کی تو حیثیت ہی کیا ہے ؟

۳۔ مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ شیعہ کتب میں جو اس قسم کی روایات ہیں کہ باغ فدک چھن جانے پر سیدہ نے حضرت علی کو سخت سست کہا اور کہا کہ تم یوں گھر میں چھپے بیٹھے ہو جیسے بچہ ماں کے رحم میں ہوتا ہے۔ اور یوں شیر خدا کی سخت بے ادبی کی (معاذ اللہ) یہ سب شیعہ روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں اسی طرح فدک جیسی حقیر چیز کے لیے دختر رسول خدا ہوتے ہوئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شکوہ وشکایت کرنے کی تمام شیعہ روایات سیدہ کی عصمت کے خلاف اور آپ کے دامنِ عصمت کو داغدار کرنے کی بدترین جسارت ہیں۔

دعوت فکر :

مذکورہ عبارت سے ایک درس ہمیں حاصل ہوتا ہے جو ہم انصاف کے نام پر پورے مسلکِ شیعہ کے سامنے رکھتے ہیں ممکن ہے گم کردہ راہ کو ہدایت مل جائے۔

دیکھئے سیدہ فاطمہ کا علی مرتضیٰ پر فدک کے متعلق غضب ناک ہونا جب شیعہ مؤرخ نے عصمتِ سیدہ فاطمہ کے خلاف دیکھا تو فوراً یہ تاویل کردی کہ یہ اہل بیت کے اسرار میں سے ہے لہذا علی مرتضیٰ پر کوئی اعتراض نہیں! شیعو! سیدہ کا غضب علی پر اگر اسرار اہل بیت میں سے ہے تو ابو بکر پر سیدہ کا غضب اور ناراضگی اسرار اہل بیت سے قرار دیتے ہوئے شخصیتِ صدیقی کو تم بے داغ کیوں نہیں سمجھتے؟

ع شائد کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات؟

MUHAMMAD RIZWAN (FIKREraza25)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مالِ فئی وانفال کی تعریف اور اس کا حکم قرآن وائمہ اہل بیت کے اقوال سے

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

نوٹ:

"باغ فدک"، کے بارے میں ہم نے جو مختلف روایات کتب شیعہ سے پیش کی ہیں۔ ان میں اگرچہ ان لوگوں نے بہت رطب و یابس سے کام لیا ہے۔ اور دروغ گوئی تک سے باز نہیں آئے۔ جس کی تردید ہم نے ٹھوس دلائل سے کر دی ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود ان روایات میں ایک بات سب نے تسلیم کی۔ وہ یہ ہے۔ کہ "باغ فدک وہ مال ہے۔ جو بغیر جنگ و جدال بطور مصالحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آیا۔"

اور جو مال اس طریقہ سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اُسے "مال فے"، کہتے ہیں۔ سورۃ حشر میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

آیت:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(سورۃ الحشر رکوع ۴/ پ ۲۸)

ترجمہ: اور جو مال حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان لوگوں سے بغیر لڑے عطا کیا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

تو اس پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے ہیں نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسول کو جس جس پر چاہتا ہے مسلط فرما دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد)

اس آیت کریمہ میں "مال فئے" کی خود اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی۔ یعنی جو مال جنگ و جدل کے بغیر حاصل ہو۔

جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ "فدک" روایت شیعہ کے مطابق اور تعریف قرآن کے مطابق "مال فئے" ہے۔ تو اس قسم کے مال کا حکم کیا ہے؟ یعنی وہ کس کی ملکیت ہوتا ہے؟ اور اس کا مصرف کیا ہوتا ہے؟ ان چند باتوں کے جواب سے زیر نظر مسئلہ کی مزید وضاحت ہو گی۔ ہم اس سلسلہ میں کتب شیعہ سے ہی اس کا حکم ذکر کرتے ہیں۔ سر دست پانچ حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

حوالہ نمبر (۱)

تہذیب الاحکام میں جناب باقر علیہ السلام اور جناب امام جعفر علیہ السلام سے فئے اور انفال کے بارے میں منقول ہے۔ کہ جو زمین اس طرح ہاتھ آئے۔ کہ اس میں نہ خون بہایا گیا ہو (اور نہ ہی اس میں جہاد کی نیت سے گھوڑے دوڑائے گئے ہوں) بلکہ کسی قوم سے مصالحت کی گئی ہو۔ اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے کچھ دیا ہو۔ اور جو زمین غیر آباد پڑی ہو۔ یا پانی کی تہہ میں ہو۔ یا پانی کے راستہ میں ہو۔ سب کی سب فئے اور انفال میں داخل ہے۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہے۔ اور اللہ کا حصہ بھی اس کے رسول کے اختیار میں ہے۔ کہ جس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مصرف میں چاہے اسے صرف کرے۔ اور بعد رسول کے امام کو بھی وہی حق ہے۔

(ضمیمہ جات مقبول حواشی ص ۱۵۶ / افتخار بک ڈپو لاہور)

حوالہ نمبر (۲)

الجوامع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ انفال میں ہر وہ چیز داخل ہے۔ جو بغیر لڑائی کے کفار کے ملک سے ہاتھ آئے اور ہر وہ زمین جس سے اس کے رہنے والے بغیر لڑائی کے نکل جائیں جس کو فقہائی اصطلاح میں "فئے" کہتے ہیں۔

(ضمیمہ جات مقبول حواشی ص ۱۵۶)

حوالہ نمبر (۳)

عَنِ الْبَاقِرِ وَالصَّادِقِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَلْفَيْءُ وَالْاَنْفَالُ مَا كَانَ مِنْ اَرْضٍ لَمْ تَكُنْ فِيْهَا هَرَاقَةُ دَمٍ وَقَوْمٌ صُوْلِحُوْا وَاَعْطَوْا بِاَيْدِيْهِمْ وَمَا كَانَ مِنْ اَرْضٍ خَرِبَةٍ اَوْ بُطُوْنِ اَوْدِيَةٍ فَهُوَ كُلُّهُ مِنَ الْفَيْءِ وَالْاَنْفَالِ فَهٰذَا كُلُّهُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ فَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ لِرَسُوْلِهِ يَضَعُهُ حَيْثُ شَاءَ وَهُوَ لِلْاِمَامِ بَعْدَ الرَّسُوْلِ

(تفسیر صافی جلد اول ص ۶۲۶ مطبوعہ تہران / زیر آیت یسئلونک عن الانفال)

ترجمہ: امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ فئے اور انفال ہر وہ زمین ہے۔ جس کے حصول کے لیے خون ریزی نہ کی گئی ہو۔ اور

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لوگوں نے بطور صلح اپنے ہاتھوں خود دے دی ہو۔ اور وہ زمین جو غیر آباد ہو۔ یا پانی کی تہہ میں ہو۔ وہ بھی تمام کی تمام فے اور انفال میں داخل ہے۔ اور یہ فے انفال،، کا مالک اللہ اور اس کا رسول ہوتا ہے تو جو اللہ کی ملکیت ہے۔ وہ بھی نیابۃً اس کے رسول کی ملکیت میں ہوتی ہے۔ رسول کی مرضی اسے جہاں چاہے صرف فرمائے۔ اور رسول کے انتقال کے بعد امام اس کا مالک ہوتا ہے۔

حوالہ نمبر (۴)

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْاَنْفَالُ كُلُّ مَا اُخِذَ مِنْ دَارِ الْحَرْبِ بِغَيْرِ قِتَالٍ وَ كُلُّ اَرْضٍ اِنْجَلٰى اَهْلُهَا عَنْهَا بِغَيْرِ قِتَالٍ وَّسَمَّاهَا الْفُقَهَاءُ فَيْئًا وَّ الْاَرَضُوْنَ الْمَوَاتُ وَالْاٰجَامُ وَبُطُوْنُ اَوْدِيَةٍ وَقَطَائِعُ الْمُلُوْكِ وَ مِيْرَاثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَهٗ وَهِيَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِمَنْ قَامَ مَقَامَهٗ بَعْدَهٗ (تفسیر صافی جلد اول صفحہ ۶۳۶)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ "انفال" ہر وہ چیز ہے۔ جو دار الحرب سے لڑائی کے بغیر حاصل ہو۔ اور ہر وہ زمین جسے اس کے مالک بغیر لڑائی کے چھوڑ کر چلے جائیں۔ اسی قسم کی زمین کو فقہاء "فے،، کہتے ہیں۔ غیر آباد زمین۔ جنگلات، پانی کے راستے بادشاہوں کی جاگیریں اور اس شخص کی وراثت جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ یہ تمام اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔ اور رسول کے بعد اس کے لیے جو ان (رسول) کا قائم مقام ہو۔

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

حوالہ نمبر (۵)

سوم فیئے است (یعنی منجملہ اموالیکہ آئمہ و ولاۃ دراں تصرف دارند وآں ملے است۔ کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتال و ایجاف خیل ورکاب وآں رسول را باشد در حال حیوٰۃ وی وبعد از وی کسی راکہ قائم مقام وی باشد از ائمہ دین وایشاں ہر کس راکہ خواہند دھند۔ در ہر چہ صلاح باشد صرف نمایند وایں قول امیر المومنین است۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۹ ص ۲۲۳ مطبوعہ تہران/ زیر آیت ما آفاء الله علی رسوله/ سورۃ حشر پ ۲۸)

ترجمہ: تیسرا مال فئے ہے۔ یعنی من جملہ ان اموال کے کہ جن میں ائمہ اور والیان حکومت تصرف رکھتے ہیں۔ یہ وہ مال ہوتا ہے۔ جو کفار کی ملکیت سے مسلمانوں کے پاس بغیر حرب و ضرب کے منتقل ہو کر آجائے۔ اس کے مالک رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے ہیں۔ جب تک بقید حیات ہیں۔ اور ان کی وفات کے بعد اس شخص کی ملکیت قرار پاتے ہیں۔ جو پیغمبر کے قائم مقام ائمہ دین میں سے ہوتے ہیں۔ پھر یہ لوگ جس کو چاہیں اس میں سے عطا کریں۔ اور ہر اس کام پر خرچ کریں۔ جو بہتر ہوتا ہو۔ یہی قول امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔

ان پانچ حوالہ جات سے "مال فئے" کی تعریف اور اس کا مصرف بخوبی واضح ہو گیا۔ اب ہم اپنے مقصد کی طرف لوٹتے ہیں۔ وہ یہ کہ جب "فدک" کے متعلق خود شیعہ روایات سے ثابت ہوا۔ کہ اسے بغیر جنگ و جدال کے محض مصالحتی طور پر کفار خیبر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف دیا تھا۔ تو اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/
MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

طریقہ سے "فدک" کا شمار بھی مذکورہ روایات کی روشنی میں "مال فئے" میں ہوا۔ اور جب "فدک" مال فئے ٹھہرا۔ تو اس کی ملکیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوئی۔ اور اس کی آمدنی کا تصرف بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد جو شخص امام امت اور والی مملکت اسلامیہ بنا۔ یہ جائیداد نیابۃً اس کے زیر تصرف آئی۔ اور وہ بھی اس کی آمدنی انہی مدات میں خرچ کرنے کا پابند تھا۔ جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ "مال فئے" جب کسی کی ملکیت میں نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی مالک بن سکتا ہے۔ تو "فدک" بھی کسی کی ملکیت نہ قرار پایا۔ اور نہ ہی (اس کی ملکیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق) عمر بن خطاب، عثمان غنی حضرت علی، امام حسن رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی طرف منتقل ہوئی۔ بلکہ اپنے اپنے دور میں یہ حضرات اس کے امین ہو کر تصرف کرنے کا نیابۃً اختیار رکھتے تھے۔ لہٰذا اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بالفرض سیدہ فاطمہ کے سوال کرنے پر انہیں یہ نہیں دیا تھا تو انہیں ایسا کرنا از روئے شرع لازم تھا۔ اور اس پر ان کے عدل و انصاف اور شرعی استقامت کی داد دینی چاہیئے۔ نہ کہ انہیں ظالم بنا کر لوگوں کے سامنے ان کا ڈھنڈھورا پیٹا جائے۔ لیکن عقل کے اندھوں کو اتنی سمجھ کہاں؟

سوال:

اگر کوئی شخص مذکورہ پانچ حوالہ جات کی روشنی میں اور آیت کریمہ کے ضمن میں یہ سوال کرے۔ کہ ان میں صرف "مال فئے" کی تعریف اور اس کے مصارف کا ذکر آیا۔ یہ کہاں آیا ہے۔ کہ "فدک" بھی "مال فئے" تھا؟ تا کہ اس کے ثابت ہونے کے بعد بقیہ باتیں درست مانی جائیں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے۔ کہ پچھلی سطور میں ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ ان حوالہ جات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور آیت قرآنیہ میں "مال فئے" کی تعریف و مصرف ذکر کیا گیا۔ رہا یہ کہ "فدک" مال فئے تھا یا نہیں؟ تو ایک قاعدہ کلیہ جب بیان کر دیا جائے۔ تو اس وقت اس قاعدہ کے تحت جو بھی چیز آئے گی۔ اُسے وہی حکم دیا جائے گا۔ اس کی تمام جزئیات کا نام لے کر شمار کرنا نہ ضروری ہے۔ اور نہ ہی اس کی پابندی۔ جب تمہارے حوالہ جات سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ "فدک" بغیر جنگ و جدال کے حاصل ہوا۔ اور اس کی خاطر کوئی خون ریزی نہیں ہوئی۔ کفار نے مصالحتی طور پر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔ اور جب "فئے" کی تعریف اس پر صادق آتی ہے۔ تو اسے ہم "مال فئے" کیوں نہ کہیں؟ جب "فدک" تعریف کے مطابق "مال فئے" ٹھہرا۔ تو ایسے مال کی کسی کو ملکیت نہیں دی جاتی۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول یا رسول کے نائب اس کے متصرف ہوتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ "فدک" مال فئے ہونے کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف تھا۔ اور آپ کے انتقال کے بعد آپ کے نائب خلیفۃ المسلمین کے زیر تصرف آیا۔ اس طرح یہ ایک دوسرے کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

MUHAMMAD RIZWAN (IKREEZA25)

فدک مال فئے میں سے تھا

ناسخ التواریخ:

> وچوں فتح فدک نہ بسپاہ ومہ سوارہ و پیادہ نبود بتمامت خاص بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گشت و ایں آیہ مبارکہ دلالت بر ایں معنی تو اند داشت
>
> وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔

ترجمہ فارسی:

میفرماید آنچہ از ملک و مال کفار بارسول مختار گذاشتم، سواران و پیادگان شمار نج تاختن و شکنج ازم ساختن ندیدند کہ بہرہ ونصیب توانند کرد لاجرم خاصہ و خالصہ خدا و رسولست و مقرر است از برائے خویشاوندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و مساکین ایشان تا درمیان توانگراں دست بدست نرود۔

(ناسخ التواریخ زندگانی حضرت فاطمہؓ صـ ۸۳ ذکر تفویض ضوابط فدک بفاطمہ)

ترجمہ: جب فدک کی فتح سواروں اور پیادوں کی طاقت سے نہ تھی اس لیے تمام تر خاصہ پیغمبر ٹھہری۔ اور یہ آیہ مبارکہ اسی معنے پر حمل ہوتی ہے۔ کہ کفار سے جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مال فئے دیتا ہے تو وہ ایسا (مال و علاقہ) ہے جس پر تم نے گھوڑے نہ دوڑائے ہوں اور نہ اونٹ مگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس علاقہ پر چاہے تسلط دے دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کچھ علاقوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/
MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

سے اپنے رسول کو جو کچھ مال فئی دیتا ہے تو اس کا حقدار اللہ اس کا رسول، رسول کا رشتہ دار۔ یتیم مساکین اور مسافرین ہیں تاکہ یہ مال تم میں سے دولت مندوں کے درمیان نہ گھومتا رہے۔ اور جو رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ امور ثابت ہوئے۔

(۱) علاقہ فدک پر فوج کشی نہیں کی گئی۔ بلکہ بغیر جنگ کے صلح کے ساتھ یہ علاقہ اسلام میں داخل ہوا اور ایسے علاقہ اور ایسے مال کو اللہ تعالیٰ کا قرآن اموال فئی قرار دیتا ہے۔

(۲) قرآن کی رو سے مال فئے رسول کے لیے ہے کہ وہ اس سے اپنا گھریلو خرچہ چلائیں اسی طرح آپ کے رشتہ داروں کے لیے ہے کہ اس میں سے انہیں بھی کچھ دیا جائے گا۔ اسی طرح مسلمانوں میں سے غرباء مساکین یتامیٰ اور مسافرین کے لیے ہے۔ گویا اس میں تمام اہل اسلام کا حق ہے۔

(۳) قرآن کریم نے اسے تمام یتامیٰ و مساکین و مسافرین پر خرچ کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ اسے صرف دولت مندوں کے لیے مختص نہ کر دیا جائے۔ اور غریب لوگ فاقہ کشی میں مبتلا نہ رہیں۔

یاد رہے کہ مذکورہ عبارت سے قبل بھی مرزا محمد تقی نے ناسخ التواریخ میں شرح و بسط کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ کہ فدک بغیر جنگ کے صلح کے ساتھ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا۔ اس لیے مال فئے ٹھہرا۔

اور ابھی آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ یہ مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے اختیار و تصرف میں ہوتا ہے اور آپ اسے اللہ کے قرآن کے احکام کے مطابق اس کے ارشاد کردہ مصارف پر خرچ فرماتے ہیں۔ اور آپ کے بعد آپ کے جانشین خلیفہ کے تصرف میں ہوتا ہے اور وہ اُسے سنتِ نبوی اور ارشادِ قرآن کے مطابق طے شدہ مصارف پر خرچ کرتا ہے۔ اور بلا شک و شبہ خلفاء ثلاثہ نے یہی کچھ کیا فدک کا مال فئی ہونا مجالس المؤمنین کے حوالہ سے بھی بحث کے آغاز میں بیان ہو چکا ہے اور مزید تسلی کے لیے اصول کافی کی عبارت پیش کی جا رہی ہے۔

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

اصول کافی

عَنْ عَلِيِّ بْنِ سُبَاطٍ قَالَ لَمَّا وَرَدَ اَبُو الْحَسَنِ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْمَهْدِيِّ رَاٰهُ يَرُدُّ الْمَظَالِمَ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا بَالُ مَظْلِمَتِنَا لَا تُرَدُّ؟ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَمَّا فَتَحَ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَكَ وَمَا وَالَاهَا لَمْ يُوْجِفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ۔ (اصول کافی جلد اول ص ۵۴۲)

ترجمہ: علی بن سباط سے روایت ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم عباسی خلیفہ مہدی کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ لوگوں کی غصب شدہ املاک واپس کر رہا ہے آپ نے کہا ہماری غصب ملک واپس کیوں نہیں کر رہا؟ کہا وہ کونسی اے ابو الحسن؟ کہا جب اللہ نے نبی کو فدک پر فتح دی تو اس پر گھوڑے نہیں دوڑائے

اب صافی شرح اصول کافی سے اسی جگہ مذکورہ حدیث کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

لَمْ يُوْجِفْ معلوم از باب افعال است۔ وضمیر مستتر راجع برسول است۔ "با" در بِخَيْلٍ برائے تعدیہ بمفعول دوم است۔ ومفعول اول محذوف است۔ بتقدیر لَمْ يُوْجِفِ الْعَسْكَرَ واشارہ است۔ بقول اللہ تعالیٰ در سورۂ حشر "وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ" (سورۂ حشر پ ۲۸)

ترجمہ "لَمْ يُوْجِفْ" نفی جحد معلوم باب افعال سے ہے۔ اس میں مستتر ضمیر "ھُوَ" رسول کی طرف لوٹتی ہے۔ "بِخَيْلٍ" کے لفظ پر داخل شدہ "حرف با" اس فعل کو دوسرے مفعول کی طرف متعدی کرنے کے لیے آتی ہے۔ اور مفعول اول عبارت میں حذف کیا گیا ہے۔ یعنی "لَمْ يُوْجِفِ الْعَسْكَرَ" ان الفاظ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(لَمْ یُوْجِفْ بِخَیْلٍ) کے ذکر فرمانے کا مقصد دراصل اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ جو سورۂ حشر میں واقع ہے۔ "وَمَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الخ"

وضاحت

مذکورہ عبارت میں "صاحب صافی" نے یہ بات واضح کر دی۔ کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مہدی کے دربار میں "باغ فدک" کی حقیقت بیان کرتے ہوئے جو یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

"وَلَمَّا فَتَحَ عَلٰی نَبِیِّہٖ فَدَکَ وَمَا وَالَاھَا وَلَمْ یُوْجِفْ عَلَیْہِ بِخَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ" تو ان سے ان کی صاف طور پر یہ مراد تھی۔ کہ "باغ فدک" بھی آیت فیئے میں داخل ہے۔ کیونکہ "مال فیئے کی طرح اس کے حصول کے لیے کوئی جنگ و جدال نہ ہوئی۔ بلکہ کفار نے محض صلح کرتے ہوئے یہ جائیداد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف دے دی تھی۔

دو ضروری باتیں:

۱۔ شیعہ و سنی دونوں کی معتبر کتب سے ثابت ہے۔ کہ "اموال فیئے" (جس میں فدک بھی شامل ہے) کے متعلق جو عمل اور طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اور جن مصارف پر آپ اسے خرچ فرمایا کرتے تھے۔ انہی مصارف پر آپ کے انتقال کے بعد خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ ثانی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، خلیفہ ثالث عثمان غنی رضی اللہ عنہ، خلیفہ رابع علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ صرف کرتے رہے۔ آپ کے عمل اور طریقہ میں ذرہ بھر فرق نہ کیا۔ اور نہ ہی ان اموال میں کوئی تغیر و تبدل کیا۔ گویا قرآن پاک میں

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

مذکورہ ہدایت اور حکم کے مطابق اِسے تصرف میں لاتے رہے۔ حتیٰ کہ "مروان" کا دور آیا۔ تو اس نے "فدک" میں ردوبدل کیا۔ اس کے بعد جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا۔ تو انہوں نے "مروان" کے طریقہ کو ختم فرما کر پھر سے وہی طریقہ و عمل جاری فرمایا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا تھا۔

اس وضاحت کے پیش نظر اگر کوئی متعصب، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس بنا پر غاصب، ظالم اور منافق تک کے الفاظ کہتا ہے۔ کہ ان حضرات نے "فدک" میں ردوبدل نہ کیا۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دینے کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل و طریقہ کو مقدم رکھا۔ تو پھر صرف یہی دو حضرات ہی موردِ الزام نہ ٹھہریں گے۔ بلکہ اس طریقہ اور عمل پر جو بھی کاربند رہا۔ وہ بھی ان الفاظ کا مصداق قرار پائے گا۔ کیونکہ یہ طریقہ و عمل جب یکساں ٹھہرا۔ تو اس طریقہ پر حکم بھی ایک جیسا ہو گا۔ لہٰذا یہ الفاظ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، امام حسن رضی اللہ عنہ بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر بھی صادق آئیں گے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

۲۔ دونوں فریق کی کتب اس بات کی بھی شہادت دیتی ہیں۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے دخترِ رسول خدا میں جب تک زندہ ہوں۔ اموال فئے (فدک وغیرہ) میں وہی طریقہ اور عمل جاری رکھوں گا۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا۔ اس میں قطعاً کوئی ردوبدل نہ کروں گا۔ اور تغیر و تبدل کے ذریعہ کوئی دوسرا طریقہ ہرگز نہ اپناؤں گا۔

ہاں یہ پیش کش کئے دیتا ہوں۔ کہ میرے ذاتی مال و جائیداد میں اے دخترِ رسول! تمہیں کلی اختیار ہے۔ جو چاہیں لے لیں۔ یہ سب آپ پر قربان ہے۔ شیعہ کتاب "حق الیقین" کی عبارت ملاحظہ ہو۔

اموال و احوال خود را از تو مضائقہ ندارم۔ آنچہ خواہی بگیر تو سیدہ امتِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پدرِ خودی و شجرۂ طیبہ از برائے فرزندانِ خود انکارِ فضلِ تو کسے نمی تواند کرد۔ وحکم تو نافذ است در مالِ من۔ اما در اموالِ مسلماناں مخالفتِ گفتہ، پدر تو نمی توانم کرد۔

(۱) (حق الیقین ص۱۲۷ باب پنجم ذکر احتجاج حضرت زہرا با ابوبکر در امر فدک) مطبوعہ تہران

(۲) ناسخ التواریخ جزء اول از تاریخ خلفاء ص۱۵ بالفاظ مختلفہ مطبوعہ تہران طبع جدید تہران مصنفہ مرزا محمد تقی، نیز ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ ص۱۴۸)

ترجمہ: میں اپنے اموال واحوال کو تم سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا آپ اس میں خود مختار ہیں۔ جو چاہیں لے سکتی ہیں آپ اپنے والد گرامی کی امت کی سیدہ ہیں اور اپنے فرزندوں کے لیے "شجرۂ طیبہ" ہیں۔ آپ کے فضل کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور آپ کا حکم میرے ذاتی مال میں نافذ ہے۔ لیکن مسلمانوں کے اجتماعی مال میں آپ کے والد بزرگوار کے ارشاد کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

اسی مقام پر کچھ سطور پہلے اسی کتاب "حق الیقین" میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جو کچھ فرمایا۔ اس کی جھلک ملاحظہ ہو۔

فدک کے متعلق خدمتِ فاطمہ رض میں صدیق اکبر کی نہایت مخلصانہ گزارش

حق الیقین:

ابوبکر گفت۔ اے دخترِ رسول خدا پدر تو نسبت بمومنان مشفق وکریم ومہربان ورحیم بود۔ وبر کافراں عذاب الیم وعقاب عظیم بود۔ داور اگر نسبت میدہم پدر تست نہ زنانِ دیگر وبرادرِ شوہر تست نہ دوستان دیگر اورا اختیار کرد بر ہر خویشی واو یاری او نمود در ہر امرِ عظیم دوست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

نمیدارد شمار امگر ہر سعادت مندی و دشمن نمیدارد شمار امگر ہر بد بختی پس شما عترت پاکیزۂ رسول اید و نیکاں و برگزیدگان و راہ نمایانِ ما اید بسوئے خیر و سعادت و جنّت و توئی برگزیدۂ زناں و دختران بہترین پیغمبراں راست گوئی در گفتار خود سبقت داری بر ہمہ بسبب وفور عقلِ خود و کسی تو را از حق خود بر نمیگرداند بخدا سوگند کہ من از رائی رسول خدا تجاوز نکردہ ام و آنچہ کردہ ام باذنِ او کردہ ام و خدا را گواہ میگردم کہ شنیدہ ام از رسول خدا کہ گفت ما گروہ انبیاء میراث نمیگذاریم نہ طلا و نہ نقرہ و نہ خانہ و نہ عقار و نیست میراث ما مگر کتابہا و حکمت و علم پیغمبری و آنچہ طعمۂ ما است و لی امر خلافت بعد از ما در آں حکم میکند بحکم خود و من چناں کردہ حکم کردم کہ آنچہ تو از ما طلب می کنی صرف اسباب و اسلحہ شود کہ مسلماناں با کفار قتال کنند و ایں را باتفاق مسلمانان کردہ ام و دریں امر منفرد و تنہا نبودہ ام۔

(حق الیقین ص ۱۲۶) باب پنجم خطبہ حضرت صدیقہ کبریٰ

ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ ص ۱۴۷ طبع تہران)

ترجمہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے خدا کے پیغمبر کی لختِ جگر! آپ کے والد گرامی مومنوں کے لیے انتہائی مشفق، کریم، مہربان اور رحیم تھے۔ اور کفار کے لیے دردناک عذاب اور بہت بڑی سزا تھے ان کے بارے میں جو کچھ نسبت کر سکتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ آپ کے والد تھے۔ نہ کہ دوسری عورتوں کے۔ اور آپ کے خاوند کے بھائی تھے۔ کسی اور کے نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ہی اپنے اعزہ و اقارب پر پسند فرمایا۔ اور حضرت علی نے بھی ان کی خوب مدد کی۔ ہر سعادت مند ہی آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھے گا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور صرف بد بخت ہی آپ سے دشمنی کرے گا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اولاد ہیں۔ اور ہم میں سے نیک اور برگزیدہ ہیں۔ ہر سعادت اور خیر و جنت کی آپ ہمارے لیے راہ نما ہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختران نیک اختر سے پاکیزہ تر ہیں۔ گفتار میں سچی ہیں۔ عقل و سمجھ میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ کوئی بھی آپ کو آپ کے حق سے محروم نہیں کر سکتا۔ اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے تجاوز نہیں کیا۔ اور جو کچھ کیا ہے۔ اُن کے ہی اذن سے کیا ہے۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم گروہِ انبیاء میراث چھوڑ کر نہیں جاتے۔ نہ چاندی، نہ سونا نہ گھر نہ ہی زمین ہماری وراثت ہوتی ہے۔ ہماری وراثت صرف کتابیں، حکمت اور علم پیغمبرانہ ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ہماری خوراک ہوتی ہے۔ اس میں ولی امر ہمارے بعد خلیفہ ہوتا ہے۔ اور اس بارے میں وہ ہی فیصلہ کرتا ہے۔ میں نے بھی اسی طرح فیصلہ کیا۔ اور جو آپ نے مجھ سے طلب فرمایا۔ وہ مسلمانوں کے اجتماعی امور میں صرف ہوگا۔ مسلمان اس سے سامان جنگ خریدیں گے۔ اور کفار کے ساتھ جنگ کریں گے۔ اور یہ فیصلہ میں نے مسلمانوں کے اتفاق سے کیا ہے۔ اس فیصلہ میں میں تنہا نہیں۔

خلاصہ کلام:

"حق الیقین"، کی اس عبارت سے یہ بات بالکل نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/
MUHAMMAD RIZWAN (FIKRERAZA25)

کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت کو اپنے مال و متاع میں تصرف کرنے کا کلی اختیار عطا کر دیا۔ لیکن "باغ فدک" چونکہ اجتماعی مفاد کے لیے وقف تھا۔ اس لیے اس کو دینے سے معذرت کی۔ اور یہ صرف ان کی اپنی رائے اور ذات کا فیصلہ نہ تھا۔ بلکہ صحابہ کرام کا اجتماعی اور متفقہ فیصلہ تھا۔ جس کی پشت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی مخالفت حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں بھی نہیں فرمائی ۔ بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر ہی عمل فرماتے رہے۔

"باغ فدک" سے محرومی پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خلیفہ وقت سے ناراضگی کی تحقیق

"مسئلہ فدک" میں ایک بات خاص طور پر توجہ طلب ہے۔ وہ یہ کہ فدک سے محرومی کی وجہ سے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اس وقت کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں تھیں۔ ناراضگی کی یہ کہانی اہل سنت وجماعت کی کسی معتبر کتاب سے ان الفاظ کے ساتھ صراحۃً ثابت نہیں کی جا سکتی۔ کہ سیدہ نے خود فرمایا ہو۔ "کہ میرا حق غصب ہوا۔ لہٰذا میں ابوبکر سے سخت ناراض ہوں۔ انہوں نے مجھ پر زیادتی کی۔ اس لیے میں ان سے کبھی بھی بات چیت نہ کروں گی"۔

اس بارے میں راقم الحروف کا دعویٰ ہے۔ کہ کوئی شخص اہل سنت وجماعت کی کسی معتبر کتاب سے اس قسم کا ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ ہاں جو الفاظ پیش کیے جا سکتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ فَهَجَرَتْ اَبَا بَكْرٍ یعنی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) غصہ ہو گئیں۔ اور ابوبکر سے گفتگو ترک کر دی۔ اس سے زیادہ کوئی حوالہ پیش نہیں کیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari